رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل ۵۳۵

الفضل

خطبہ نمبر

روزنامہ

ایڈیٹر:- غلام نبی

قیمت فی پرچہ ایک آنہ

The DAILY ALFAZL QADIAN.

قیمت ششماہی اندرون ہند ۸/ — قیمت ششماہی بیرون ہند لعہ/

جلد ۲۳	مورخہ ۲ شعبان ۱۳۵۴ھ	یوم پنجشنبہ	مطابق ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۵ء	نمبر ۱۰۴

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

قادیان ۲۶ اکتوبر - سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق آج کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ حضور کو ابھی پیچش کی شکایت ہے۔ احباب صحت کے لئے دعا فرمائیں:۔

کل دس بجے صبح حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالے نے مرزا احمد اسماعیل بیگ صاحب کا جنازہ پڑھایا۔ نعش کو کندھا دیا۔ اور مرحوم کو مقبرہ بہشتی میں دفن کیا گیا۔ احباب مرحوم کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے دعا کریں:۔

محلہ ریتی چھلہ کے احمدیوں نے اپنے محلہ میں مسجد کی تعمیر شروع کر دی ہے۔ جو انشاء اللہ چند روز تک تکمیل کو پہنچ جائے گی۔ اور اس محلہ کے اصحاب کو جو کہ ایک عرصہ سے کھلے میدان میں نمازیں پڑھتے تھے۔ اور اب سردی کا موسم آ رہا تھا۔ بہت سہولت ہو جائے گی:۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مسیح کے لئے نزول کا لفظ استعمال کرنے کی وجہ

فرمایا:۔ "اس لفظ کے اختیار کرنے میں اللہ تعالےٰ نے ایک سر رکھا ہے۔ اگرچہ احادیث میں بعثت کا لفظ بھی آیا ہے۔ جس نے اس لفظ کے معنے کر دیئے ہیں۔ تاہم لفظ نزول میں اللہ تعالےٰ نے یہ راز رکھا ہے۔ کہ اس وقت تمام برکات زمین سے اٹھ کر آسمان پر چلی جائیں گی۔ اور پھر جو کچھ آئے گا۔ وہ آسمان سے آئے گا۔ غرض چونکہ ایمان اور اس کے برکات زمین پر نہ رہیں گے۔ اس لئے ان برکات اور ثمرات کو لانے والے کیلئے نزول کا ذکر فرمایا۔ دیکھو۔ پانی آسمان سے آتا ہے۔ حالانکہ زمین پر بھی پانی ہوتا ہے۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ کہ قرآن میں یہ کیوں لکھا ہے۔ کہ آسمان سے پانی اتارا:۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ اگر آسمان سے پانی نہ آئے۔ تو زمینی پانی کنوؤں۔ اور چشموں کے خشک ہو جاتے ہیں۔ اس لئے آسمان کا پانی مقدم ہے۔ نبی اور مامور ہمیشہ آسمان سے ہی آتے ہیں۔ اگرچہ وہ اسی زمین پر چلتے پھرتے ہیں۔ مگر دراصل ان تعلقات کی وجہ سے جو ان کے آسمان سے ہوتے ہیں۔ وہ آسمانی کہلاتے ہیں"

(الحکم ۱۷ نومبر ۱۹۰۲ء)

جماعت احمدیہ کی ایک مقدس تاریخی یادگار

دار البیعت لدھیانہ

دار البیعت لدھیانہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب سے پہلے ارشاد الٰہی کی تعمیل میں بیعت لینی شروع فرمائی۔ وہ سلسلہ بیعت جو وسیع ہو کر دنیا کے کناروں تک پہونچے گا انشاء اللہ اور جس میں داخل ہونے کا فخر بادشاہوں کو بھی حاصل ہوگا۔ وہ ایک معمولی سے مکان میں شروع ہوا۔ جن اصحاب کو اس وقت تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہونے کی عزت حاصل ہے۔ ان پر اس مکان کا بھی حق ہے۔ کہ پہلی بیعت کے مقام کی حیثیت بھی بڑھائیں۔ آئندہ نسلیں نہ معلوم اس مکان کو کس قدر عالی شان بنائیں گی۔ لیکن موجودہ وقت کے احمدیوں کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ بھی اپنی موجودہ حیثیت کے مطابق اس کی تعمیر میں حصہ لیں۔ یہ معاملہ اس سے پہلے بھی مجلس مشاورت کے موقعہ پر احباب کے نوٹس میں لایا جا چکا ہے۔ اور بہت سے دوستوں نے اس کی تعمیر میں حصہ لینے کے لئے چندہ لکھوایا تھا۔ اور اب تک آٹھ سو روپیہ سے اوپر رقم وصول بھی ہو چکی ہے۔ تعمیر جو اس وقت زیر تجویز ہے۔ اس کے لئے صرف بارہ پندرہ سو تک کا تخمینہ ہے۔ اس لئے احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ جو دوست دار البیعت کی اس پہلی تعمیر میں حصہ لینا چاہتے ہوں۔ وہ جسقدر جلد اپنا چندہ محاسب صاحب صدر انجمن کو بھجوا سکتے ہیں بھجوا دیں۔ تا تعمیر کا کام شروع ہونے سے پہلے وہ ثواب میں داخل ہو جائیں۔ اور گو وہ اس وقت پہلی بیعت کے مقام پر بیعت میں شامل نہیں ہو سکے۔ لیکن اب اس خاص مقام پر عمارت کے چندہ میں شامل ہو کر اس سے ایک گونہ تعلق پیدا کر سکیں۔

ناظر بیت المال قادیان

احرار سے دو دو باتیں

احرار سے اتنا پوچھے کوئی یہ کیا ہے اگر اعجاز نہیں
کل دنیا تم پہ قرباں تھی اور آج کوئی دمساز نہیں

دشنام کے نیزے پڑتے ہیں پھٹکار کی بارش ہوتی ہے
کیوں رنگ جہاں کا بدلا ہے کیوں پچھلا وہ انداز نہیں

تم ہم کو مٹانے اٹھے تھے دل تھام کے خود ہی بیٹھ گئے
جو دین کے غازی ہوتے ہیں یہ ان کا تو انداز نہیں

ہم احمدِ مرسل کے پیرو اور مہرِ عرب کی امت ہیں
جو ہم کو سمجھتا ہے باطل قدرت کا وہ محرمِ راز نہیں

اللہ سے نصرت ملتی نہیں غداروں کو مکاروں کو
جو دینِ خدا کا باغی ہو وہ عاشقِ مہرِ حجاز نہیں

ڈنڈے پہ حکومت کے تم کو تھا ناز مگر ہم کہتے تھے
اللہ کی ایسی لاٹھی ہے جس لاٹھی میں آواز نہیں

تقدیس کا ہے انمول گہر ہر فردِ جماعت کا طالب
یہ مسلکِ عرفاں ہے احرار کا خانہ ساز نہیں

آنریبل سر چوہدری ظفر اللہ خانصاحب کی ڈیرہ دون میں تشریف آوری

۲۷ اکتوبر ۱۹۳۵ء کی صبح کو عالی جناب آنریبل سر چوہدری ظفر اللہ خانصاحب ریلوے اینڈ کامرس ممبر گورنمنٹ آف انڈیا ڈیرہ دون تشریف لائے۔ جماعت احمدیہ ڈیرہ دون کو حضور موصوف کی تشریف آوری کے متعلق ایک دن قبل اطلاع پہونچ گئی تھی۔ اس لئے تمام دوست وقت پر ریلوے سٹیشن پر پہونچ گئے۔ محترم چوہدری صاحب احباب جماعت کو دیکھتے ہی سیلون سے باہر تشریف لے آئے۔ اور سب کو مصافحہ کا شرف بخشا۔ اور احباب کی استدعا پر ۱۱ بجے سے ۱۲ بجے تک ملاقات کے لئے وقت عطا فرمایا۔

مقررہ وقت پر جب دوست سٹیشن پر گئے۔ تو حضور موصوف نے احباب جماعت کو اپنے سیلون میں بلا لیا۔ اور سب کو اپنے زریں خیالات سے مستفیض فرمایا۔ بالخصوص نوجوانوں کے لئے فرمایا۔ دور حاضرہ میں ان کو تلاش ملازمت میں اتنا سرگرداں نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ سوال اب بہت مشکل ہو گیا ہے۔ نوجوانوں کو چاہیئے کہ فنون کی طرف متوجہ ہوں۔ اور کوئی نہ کوئی فن اپنی معاش کے لئے سیکھیں۔ ہاں ذہنی ارتقا کے لئے مطالعہ جاری رکھ سکتے ہیں۔ کام کرنے کے لئے انٹرنس تک کی تعلیم کافی ہے۔ اعلےٰ تعلیم کی طرف صرف خاص قابلیت کے طلباء کو ہی جانا چاہیئے۔ آنریبل سر ظفر اللہ خاں صاحب کی ڈیرہ دون میں تشریف آوری ڈوان پبلک سکول کے افتتاح کے سلسلہ میں تھی۔ ہز ایکسی لنسی وائسرائے بہادر نے خود تشریف لا کر ۲۷ اکتوبر کو اس سکول کا افتتاح فرمایا۔ جناب چوہدری صاحب موصوف ½۸ بجے رات کو واپس دہلی تشریف لے گئے۔

خواجہ عبد المجید احمدی سکرٹری انجمن احمدیہ ڈیرہ دون

اخبار احمدیہ

سپاس تعزیت

میری لڑکی عظمت بیگم صاحبہ کی وفات پر بہت سے اصحاب نے بذریعہ خطوط اظہار ہمدردی کیا ہے۔ میں بذریعہ اخبار ان تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے درخواست کرتا ہوں۔ کہ مرحومہ کی بلندی درجات کے لئے دعا کی جائے۔ خاکسار کرم داد خان پنشنر قادیان

ولادت

(۱) ۷، ۸ اکتوبر کی درمیانی شب اللہ تعالےٰ نے خاکسار کے ہاں لڑکا عطا فرمایا۔ احباب مولود کی درازی عمر اور خادم دین بننے کی دعا کریں۔ خاکسار غلام محمد گرداور بھگانہ ضلع ہوشیارپور (۲) میاں رحمت اللہ صاحب حکیم بنگہ کے ہاں اللہ تعالےٰ نے فرزند عطا فرمایا ہے۔ احباب اس کی درازی عمر اور خادم دین بننے کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار رحمت اللہ بافانوالہ از بنگہ (۳) برادرم محمد احمد ولد حکیم محمد حسین مرحوم کے ہاں ۲۹ ستمبر لڑکا تولد ہوا۔ احباب اس کی درازی عمر اور خادم دین ہونے کے لئے دعا کریں۔ خاکسار حکیم انوار حسین سکرٹری انجمن احمدیہ گوگام

الفضل
قادیان دارالامان مورخہ ۲ شعبان ۱۳۵۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خطبہ جمعہ

جماعت احمدیہ کو دینی تعلیم و تربیت کی ضرورت

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۵ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

ہماری جماعت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو کام مقرر فرمایا ہے۔ اور جن اغراض و مقاصد کو لے کر وُہ اس وقت دُنیا میں کھڑی ہے۔ اس کی اہمیت کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا

اپنے اور پرائے

دونوں کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اور تسلیم کر رہے ہیں۔ کہ بہت بڑا کام ہے۔ جو ہماری جماعت اپنے ذمہ ظاہر کرتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ دشمن ہمارے دعووں کو جھوٹا سمجھے۔ یا ہمارے اغراض و مقاصد کو مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملانے یا ان کی ہمدردی حاصل کرنے کا بہانہ قرار دے۔ لیکن اس میں شبہ نہیں۔ کہ ہر شخص خواہ وُہ موافق ہو۔ یا مخالف۔ اس مقصد کو بہت بڑا سمجھتا ہے۔ پس جس

مقصد کی اہمیت

کا دوست دُشمن قائل ہو۔ ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ اس کی تیاری کے لئے ہمیں کتنی بڑی مستعدی اور کس قدر سرگرمی سے کام کرنے کی ضرورت ہے ہر شخص جو ہم میں سے دیانتداری کے ساتھ غور کرے۔ یہ امر بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ لیکن دُنیا میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ وُہ ساری عمر آنکھیں رکھنے کے باوجود نہیں دیکھتے۔ کان رکھنے کے باوجود نہیں سنتے۔ اور دل رکھنے کے باوجود نہیں سمجھتے۔ وُہ

خدا تعالیٰ کی آیات

کے پاس سے گزر جاتے ہیں۔ مگر ایسی حالت میں کہ وُہ اندھے بہرے۔ اور گونگے ہوتے ہیں۔ نہ اپنے خیالات کا خود اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور نہ دوسروں تک انہیں پہونچا سکتے ہیں۔

اس قسم کے آدمیوں کا میں ذکر نہیں کرتا۔ بلکہ جو لوگ اپنی عقل کو کام میں لانے کے عادی ہیں۔ ان کے متعلق میں یہ کہتا ہوں۔ کہ وُہ اس امر کو سمجھ سکتے ہیں۔ اور اس کا سمجھنا اُن کے لئے بہت آسان بات ہے کہ اس

عظیم الشان کام

کے لئے جو ہمارے سپرد کیا گیا عظیم الشان تیاری کی ضرورت ہے۔ دُنیا میں ہر کام کے لئے کچھ نہ کچھ سامان ہوتے ہیں۔ اور جب تک وُہ مہیا نہ ہوں۔ کام نہیں ہوتا۔ اگر ایک شخص لاکھوں کروڑوں روپیہ کا مالک ہو۔ لیکن وُہ جنگل میں ایسے حالات میں مبتلا ہو جائے۔ کہ روٹی پکانے کے لئے اسے آٹا میسر نہ ہو۔ فرض کرو۔ جنس اُسے وقت پر نہ پہونچ سکے یا اس کا مہیا کردہ سامان ضائع ہو جائے۔ چوروں نے اسے چرا لیا ہو۔ اور وُہ بھوکا بیٹھا ہو۔ تو اس کی بھوک کو دُور کرنے کے لئے وُہ لاکھوں۔ کروڑوں روپیہ اُس کے ہرگز کام نہیں آسکتا۔ اگر

موتیوں کی مالا

بھی اس کے پاس موجود ہے۔ تو وُہ اس کے کام نہیں آئے گی۔ اس لئے کہ پیٹ بھرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے موتیوں کی مالا یا روپے نہیں بنائے۔ بلکہ آٹا بنایا ہے تو باوجود دولتمند ہونے کے۔ باوجود لاکھوں اور کروڑوں روپیہ کا مالک ہونے کے جنگل میں بھوک کے وقت ایسی حالت میں جبکہ کھانے کا کوئی سامان اس کے پاس نہ ہو۔ دولت اسے کام نہیں دے سکے گی۔ اور وُہ اپنی خواہش کو پورا نہیں کر سکے گا۔ یا فرض کرو۔ کوئی شخص ملیریا سے بیمار ہے۔ وُہ

بہت بڑا دولتمند

ہے۔ اس کے پاس کھانے پینے کے بے انتہا سامان ہیں۔ آٹے کی بوریاں۔ گھی کے پیپے۔ اور موٹے تازے دنبے بافراط موجود ہیں۔ لیکن یہ ساری چیزیں مل کر بھی اس کے ملیریا کو دُور نہیں کر سکتیں۔ بلکہ ملیریا کو دور کرنے کے لئے

کونین یا چرائتہ

یا ایسی ہی اور ادویہ درکار ہونگی۔ اور جب تک یہ چیزیں اسے میسر نہ آئیں گی۔ وُہ بخار میں مبتلا رہے گا۔ یا اگر ایک شخص ننگا ہے۔ تو اس کے ننگ کو ڈھانکنے کے لئے اگر ساری دُنیا کی دوائیں موجود ہوں۔ تو بھی کام نہیں دے سکتیں۔ قیمتی سے قیمتی ادویہ۔ اعلےٰ سے اعلےٰ ٹیکے۔ اور بڑے سے بڑے ہسپتال اگر اس کے لئے موجود ہیں

ہیروں اور موتیوں کا انبار

اس کے سامنے لگا ہوا ہے۔ تو یہ ساری چیزیں مل کر بھی ایک منٹ کا کام نہیں دے سکتیں۔ ہاں اگر گز بھر کپڑا اسے مل جائے تو وُہ اس کے ننگ کو ڈھانک دے گا۔ یا اگر کسی کو

تعلیم کی ضرورت

ہو۔ تو وُہ حاجتمند ہوتا ہے۔ ایک علم رکھنے والے استاد کا۔ اور وُہ حاجتمند ہوتا ہے۔ ایک صحیح کتاب کا۔ اگر یہ دو چیزیں اسے میسر نہ ہوں تو ساری دُنیا کی نعمتیں مل کر بھی اس کی یہ ضرورت پوری نہیں کر سکتیں۔ بڑی بڑی فوجیں عظیم الشان قلعے اور وسیع زمینیں اگر اسے میسر ہیں۔ دولت اس کے پاس موجود ہے۔ لیکن یہ دو چیزیں نہیں تو وُہ علم نہیں سیکھ سکتا۔ ہاں اگر اسے جاننے والا استاد۔ اور

علم پر مشتمل کتاب

مل جاتی ہے۔ تو وہ اپنے مقصد کو حاصل کر لیتا ہے غرض اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے حصول کے لئے کوئی نہ کوئی رستہ مقرر کیا ہوا ہے۔ جب تک وہ نہ ملے۔ کام نہیں ہو سکتا۔ یہ جو میں نے آخری مثال دی ہے۔ اسی قسم کا کام اس وقت ہمارے سپرد کیا گیا ہے ہمارے ذمہ یہ کام ڈالا گیا ہے۔ کہ ہم تمام دُنیا کو خدا تعالیٰ کی باتیں سکھائیں۔ اور وُہ پیشگوئی جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمائی تھی۔ کہ اس کے ذریعہ

اسلام ادیان باطلہ پر غالب

کر دیا جائے گا ہمیں یقین ہے۔ کہ وہ آپ کے ایک مثیل یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ پوری ہونے والی ہے۔ اب یہ

جماعت کا کام

ہے۔ کہ وُہ ساری دُنیا کو اسلام سے واقف و آگاہ کرے۔ اور اُسے تمام ادیانِ باطلہ پر غالب کرے :-

پس ہمارے لئے بھی ضرورت ہے ایک کتاب کی۔ اور ضرورت ہے ایسے انسانوں کی جو معلم ہو سکیں۔ کتاب لفظی طور پر ہمارے لئے موجود ہے اور وُہ ایسی کتاب ہے۔ جس میں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ یعنی

قرآن مجید

یہی قرآن مجید رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

ہدایت کا ذریعہ

بنا۔ یہی قرآن مجید آپ کے بعد کام آیا یہی قرآن مجید اب کام آرہا ہے۔ اور یہی قرآن مجید قیامت تک کام آئے گا۔ مگر کتاب بھی مفید نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس کتاب کے سمجھنے والے دنیا میں موجود نہ ہوں۔ اور کتاب کے سمجھنے والوں کا وجود بھی اس وقت تک مفید نہیں ہو سکتا۔ جب تک

کتاب کو سمجھانیوالے

موجود نہ ہوں۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو گو علم رکھتے۔ اور باتوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ مگر وہ دوسروں تک اس علم کو پہونچا نہیں سکتے۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسے علوم بھی مٹ جاتے ہیں۔ جو کتابوں میں تو موجود ہوتے ہیں۔ مگر ان کے سمجھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ ویدوں کو دیکھ لو ہزاروں سال سے وہ اسی طرح چلے آرہے ہیں جس طرح

آخری تبدیلی کے بعد انکی شکل

ہو چکی تھی۔ مگر بعد میں چونکہ قوم کو ان سے دلچسپی نہ رہی۔ اس لئے باوجود اس کے کہ سینکڑوں ہزاروں نسخے وید کے ہندوستان میں موجود ہیں۔ ویدوں کو سمجھنے والا کوئی نہیں پھر

ویدوں کا کیا فائدہ

پس چیز موجود ہے۔ خواہ وہ صحیح ہے یا غلط محفوظ ہے یا غیر محفوظ۔ محرف ہے یا غیر محرف مگر وہ قوم جو اسے اپنا راہنما سمجھتی ہے۔ باوجود اسے راہنما سمجھنے کے اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ اس لئے کہ اس کی زبان کے سمجھنے والے دنیا میں موجود نہیں۔ بے شک بعض لوگ ایسے ہیں۔ جو ویدوں کی زبان سے واقف ہیں۔ مگر چونکہ اب دنیا کے

دماغ ترقی کر چکے

ہیں۔ اس لئے انہیں ویدوں سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ اور وہ ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ غرض خالی کتاب کا موجود ہونا کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ کتاب کے سمجھنے والوں کا ہونا بھی ضروری ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ہم ہی نے یہ قرآن کریم نازل کیا ہے۔ اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ اس حفاظت سے صرف ظاہری حفاظت مراد نہیں۔ بلکہ

باطنی حفاظت

بھی مراد ہے۔ یعنی ایسے لوگ دنیا میں پیدا ہوتے رہیں گے۔ جو قرآن کریم کے مطالب کو سمجھیں گے۔ اور انہیں لوگوں تک پہونچانے کی قدرت رکھیں گے۔ تو قرآن کریم کا خالی موجود ہونا کافی نہیں۔ جب تک اس کے سمجھنے والے موجود نہ ہوں۔ پھر قرآن کریم کی موجودگی اور اس کے

مطالب کو سمجھنے والوں کی موجودگی

کے بعد ایک اور چیز کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہ سمجھانے والے کا وجود ہے دنیا میں کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو اپنے دل میں ایک بات کو خوب سمجھتے ہیں۔ مگر اسے دوسروں تک پہونچا نہیں سکتے۔ اور انہیں وہ طریق معلوم نہیں ہوتے۔ جن سے وہ جلدی اور اعلےٰ طور پر تعلیم دے سکیں۔ ایسا انسان بھی دراصل مفید نہیں ہوتا۔ میرے ایک استاد ہیں۔ اپنی ذات میں وہ اچھا علم رکھتے ہیں۔ مگر چونکہ ان کے

بولنے میں نقص

ہے۔ اس لئے وہ بات کو پورے طور پر سمجھا نہیں سکتے۔ طالب علمی کے زمانہ میں ایک دفعہ مجھے شوق پیدا ہوا کہ میں فلسفہ پڑھوں۔ میں نے ان سے ذکر کیا کہ آپ سے میں فلسفہ پڑھنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے پڑھانا منظور کر لیا۔ جب وہ مجھے فلسفہ پڑھانے کے لئے آئے۔ تو دو تین دن ان سے سبق لینے کے بعد میں نے کہا اب میں کتاب پڑھنا بند کرتا ہوں۔ وہ کہنے لگے کیوں میں نے کہا پہلے تو فلسفہ کے متعلق میرے ذہن میں کوئی مفہوم تھا۔ مگر دو تین سبقوں کے بعد تو وہ بھی جاتا رہا ہے۔ اور اب میرے ذہن میں کچھ بھی نہیں رہا۔ دراصل چونکہ انہیں اپنے مافی الضمیر کے بیان پر قدرت نہیں تھی۔ اس لئے وہ صحیح طور پر سمجھا نہیں سکتے تھے۔ فلسفہ کی بنیاد آگے ہی وہم پر ہوتی ہے۔

ایک وہمی مضمون

کو اگر وہمی الفاظ میں بیان کر دیا جائے۔ تو کوئی کیا سمجھ سکتا ہے۔ اسی ضمن میں مجھے ایک اور بات بھی یاد آگئی۔ پانچ سات سال کی بات ہے۔ ہماری جماعت کے ایک دوست کو بخار چڑھا ہوا تھا۔ میں ان کی عیادت کے لئے گیا۔ جب میں وہاں پہونچا۔ تو اتفاقاً وہاں ایک اور دوست بھی بیٹھے ہوئے تھے جنہیں

علم موسیقی میں مہارت

کا دعوےٰ تھا۔ اور وہ احمدیت سے پہلے اس علم کے اچھے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ اس علم سے درحقیقت مجھے کوئی مناسبت نہیں یوں تو مجھے

ہر علم کا شوق

ہے۔ اور کئی علوم جن سے بچپن میں مجھے نفرت ہوا کرتی تھی۔ اب مطالعہ کرتے کرتے ان سے موانست پیدا ہو گئی ہے۔ لیکن اس علم سے مجھے کوئی لگاؤ نہیں۔ لیکن چونکہ وہ اتفاقاً اس وقت وہاں بیٹھے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ موسیقی کیا شے ہوتی ہے۔ اور میں نے ان سے

موسیقی کے اوزان

کے متعلق دریافت کیا۔ اور میں نے کہا۔ کہ گو میں نے اس علم پر کوئی کتاب نہیں پڑھی۔ مگر ذہن میں اس کا کچھ اندازہ کیا ہے۔ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیا وہ اندازہ درست ہے۔ اس لئے آپ مجھے جو

پکا راگ

کہلاتا ہے اس کی حقیقت سمجھائیں۔ انہوں نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن میں نہ سمجھا۔ شائد اس لئے کہ میرے دماغ کو اس علم سے کوئی موانست نہ تھی۔ یا شائد ان کے بیان کی کمزوری کی وجہ سے۔ بہر حال جب وہ اپنی طرف سے سمجھا چکے۔ تو میں نے کہا پہلے تو مجھے کچھ موسیقی کا اندازہ تھا کہ یہ کیا چیز ہوتی ہے۔ مگر اب بجائے زیادہ علم حاصل ہونے کے پہلا علم بھی جاتا رہا ہے تو

صحیح طور پر بات نہ بیان کر سکنے والا

خواہ خود چاہتا ہو۔ کہ میں دوسرے کو اپنی باتیں سمجھاؤں۔ دوسرے کو سمجھا نہیں سکتا بلکہ اس کے خیالات کو پراگندہ کرتا۔ اور اس کے اوقات کو ضائع کرتا ہے۔

کالج کے تعلیم یافتہ

یا فارغ التحصیل طلباء سے جب کسی علم مثلاً فلسفہ وغیرہ کے متعلق باتیں کی جائیں۔ تو پراگندہ خیالات کے سوا کوئی بات ان کے ذہن میں ٹکی ہوئی معلوم نہیں ہوتی۔ اور یہ نقص اسی وجہ سے واقعہ ہوتا ہے۔ کہ

پڑھانے والے

اپنی بات کو سمجھا نہیں سکتے۔ مجھے جب بھی کالج کے طالب علموں سے گفتگو کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ میں نے نتیجہ نکالا ہے۔ کہ وہ خود کسی بات کو نہیں سمجھتے۔ صرف انہوں نے اصطلاحات رٹی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ فلاں فلاں اصطلاحات کو رٹ لینے کے بعد

علم پر حاوی

ہو جائیں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں علوم تو ہیں۔ مگر ان سے فائدہ کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ وہی علوم غیر ملکوں میں ہیں۔ وہی فلسفہ اور وہی حساب ہے جو ہمارے ملک میں پڑھایا جاتا ہے۔ مگر وہ اسی فلسفہ اور حساب کے نتیجہ میں کئی جدید علوم نکالتے رہتے ہیں۔ اسی

حساب کے ذریعہ سائنس کو مدد

ملی ہے۔ اور اسی فلسفہ کے ذریعہ علم ہیئت کو مدد ملی ہے۔ پہلے فلسفیانہ اصول قائم کئے جاتے ہیں۔ اور پھر سائنس سے ان کی صداقت کا امتحان کیا جاتا ہے۔ گویا پہلے عقل سے جو تھیوری قائم کی جاتی ہے۔ اسے بعد میں تجربات و مشاہدات کی رو سے پرکھا جاتا ہے۔ لیکن ہمارے ملک کے طالب علم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ جس کی وجہ یہی ہے۔ کہ ان کے پروفیسر پڑھانے کے اصول سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طالب علم الفاظ تو رٹ لیتے ہیں۔ مگر

حقیقت سے بالکل ناواقف

رہتے ہیں۔ تو قرآن کریم کی اشاعت کے لئے بھی دو باتیں نہایت ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن کریم سمجھنے والے موجود ہوں۔ اور دوسرے یہ کہ قرآن کریم سمجھانے والے موجود ہوں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ عربی زبان آتی ہو۔ لیکن ایک شخص کو اگر زبان آتی ہو۔ اور وہ دروازے بند کر کے بیٹھ جائے۔ تو اس سے دوسروں کو کیا فائدہ پہونچ سکتا ہے۔ یا فرض کرو۔ ایک شخص

منطق اور فلسفہ

جانتا ہے۔ لیکن وہ سارا دن ہل چلاتا رہتا یا سودا فروخت کرتا رہتا ہے۔ یا اسے دوسروں کو پڑھانے کی خواہش ہی نہیں۔ تو اس کے علم سے دوسرے کس طرح فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ تو

دوسروں کو علم سکھانے کے لئے

صرف یہی ضروری نہیں۔ کہ انسان کی زبان چلتی ہو۔ بلکہ اور بہت سی باتوں کی ضرورت ہے۔ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ زبان آتی ہو۔ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ سمجھا سکتا ہو۔ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ اس کی خواہش ہو۔ اور وہ اپنے وقت کو دوسروں کی خاطر صرف کرنے کے لئے تیار ہو۔ پھر یہ بھی ضروری ہے۔ کہ وہ ایسی طرز پر کام کرے جو دلنشین ہو۔ اور لوگوں پر اثر کرنے والی ہو۔ اچھی سے اچھی بات اگر بے موقعہ۔ اور بے محل کہہ دی جائے۔ تو بہت برا نتیجہ پیدا کر دیتی ہے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے ایک داماد کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ کہ وہ ایک مجلس میں بیٹھا تھا۔ حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ بھی وہیں موجود تھے۔ کہ آپ سے ملاقات کرنے کے لئے

ایک مسلمان رئیس

آیا۔ جس طرح عام مسلمان شریعت کی باریکیوں پر عمل نہیں کرتے۔ صرف ظاہری باتوں کا لحاظ رکھتے ہیں۔ قرآن کریم کا ظاہری طور پر ادب کرنا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ادب سے لینا وہ اسلام کا ماحصل سمجھتے ہیں اسی طرح کا وہ رئیس بھی مسلمان تھا۔ مگر چونکہ وہ آدمی مالدار تھا۔ اس لئے اسے اپنے وقار کا بھی خیال تھا۔ جب وہ مجلس میں آیا۔ تو اس کا پاجامہ ٹخنوں سے ذرا نیچے تھا۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ یہ دیکھ کر میرے داماد نے وہ مسواک جو اس کے ہاتھ میں تھی۔ اٹھائی۔ اور نہایت عجیب طرز سے منہ بنا کر اس رئیس کے ٹخنے پر ماری۔ اور کہا۔ ھٰذا فی النار مطلب یہ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جس کا ازار ٹخنوں سے نیچا رہے۔ وہ حصہ آگ میں جلایا جاتا ہے۔ وہ بڑا آدمی تھا۔ لوگ اس کے ارد گرد بیٹھے تھے جونہی اس نے مسواک ماری۔ اس رئیس کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اور وہ کہنے لگا۔ تجھے کس بے وقوف نے بتایا ہے۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ اب اپنی طرف سے تو اس نے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ اور خیال کیا تھا۔ کہ اس کے نتیجہ میں آئندہ وہ ایسا نہیں کرے گا۔ مگر

سمجھانے کا طریق

نہ جاننے کی وجہ سے اس نے رئیس کی ہتک کر دی۔ اور نتیجہ یہ نکلا۔ کہ جو ظاہری ادب اسلام کا اس رئیس کے دل میں تھا۔ وہ بھی جاتا رہا۔ تو لوگوں کو سمجھانے کا طریق بھی عمدہ ہونا چاہیئے۔ اگر انسان ایسی حماقت سے بات کرے۔ کہ دوسرا اس کی بات کو سمجھ تو جائے۔ مگر تکبر اور غرور کی وجہ سے وہ اس کی بات ماننے کے لئے تیار نہ ہو تب بھی کیا فائدہ؟

پھر

قوت عملیہ کی ضرورت

بھی ہوا کرتی ہے۔ اگر سمجھانے والے میں قوت عمل نہیں تب بھی اس کی بات کا لوگوں پر اثر نہیں ہو سکتا۔ ایک شخص دوسرے کو بری باتوں سے بچنے کی نصیحت کرتا ہے۔ لیکن اگر وہ خود چوری کرتا۔ گالیاں دیتا۔ اور لوگوں سے ٹھٹھا کرتا رہتا ہے۔ تو اس کی بات کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ وہ اگر کہتا ہے۔ کہ خدا کا ایک مامور دنیا میں آ گیا۔ مسیح و مہدی جس کی امت محمدیہ کو انتظار رہتی۔ قرآنی وعدوں کے مطابق مبعوث ہو گیا۔ تو بے شک لوگ اس کی بات کو قبول کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ لیکن جب وہ اس کی عملی حالت کو دیکھیں گے۔ تو اس کا عمل ان کی ہدایت کے رستہ میں روک بن جائیگا

پنجاب کا ایک مشہور واقعہ

ہے۔ دیال سنگھ کالج۔ دیال سنگھ لائبریری۔ اور ٹریبیون یہ پنجاب میں بہت بڑا علمی کام کرنے والے ادارے ہیں۔ جو برہمو سماج کے قبضہ میں ہیں۔ ٹریبیون ہندوؤں کی طاقت کا زبردست ذریعہ ہے۔ دیال سنگھ لائبریری نہایت مفید کام کر رہی ہے۔ اور دیال سنگھ کالج تعلیمی لحاظ سے اچھی شہرت رکھتا ہے۔ ان کے بانی

دیال سنگھ نامی ایک سکھ سردار

تھے۔ انہوں نے جب مذاہب کا مطالعہ کیا۔ تو آہستہ آہستہ ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ میرا مذہب مجھے نجات نہیں دے سکتا۔ کسی اور مذہب میں مجھے داخل ہونا چاہیئے۔ اتفاقاً انہیں ایک مسلمان مل گیا۔ جو قرآن کریم کو سمجھتا۔ اور سمجھا بھی سکتا تھا۔ کچھ دنوں تک وہ اس سے اسلام کے متعلق واقفیت حاصل کرتے رہے اور آخر انہوں نے فیصلہ کیا۔ کہ اب میں مسلمان ہوتا ہوں۔ جب یہ خبر لوگوں میں پھیلی۔ تو ایک ہندو جو نہایت چالاک اور ہوشیار تھا۔ ان کے پاس آیا۔ اس نے چونکہ سمجھ لیا تھا۔ کہ اب دیال سنگھ پر مذہبی دلائل کا اثر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس نے چاہا۔ کہ دوسرے چکروں میں ڈال کر انہیں اسلام سے روکا جائے۔ یہ سوچ کر اس نے کہا۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ مذہب کی تبدیلی سے آپ کا مقصد صرف نجات حاصل کرنا ہے لیکن نجات عمل سے حاصل ہوتی ہے۔ نہ کہ باتوں سے آپ مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ لیکن آپ یاد رکھیں اس کا نتیجہ اچھا نہیں بلکہ خراب ہو گا۔ دیکھیے اس وقت

مسلمانوں کی اپنی حالت

کیا ہے۔ تعلیم میں وہ سب سے پیچھے ہیں۔ چور ان میں زیادہ ہیں۔ ڈاکو ان میں زیادہ ہیں۔ بداخلاق وہ ہیں۔ پھر اگر اسلام نے مسلمانوں پر اثر نہیں کیا۔ تو آپ اس مذہب سے کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ ان باتوں نے اس کے دل میں کچھ شبہ پیدا کر دیا۔ مگر وہ آدمی ہوشیار تھا۔ کہنے لگا۔ عوام الناس کا بگڑ جانا اسلام کی خرابی کی دلیل نہیں۔ جب مذہب پر ایک عرصہ گزر جاتا۔ اور تعلیم و تربیت میں کمی آنے لگتی ہے۔ تو ہر مذہب میں اس قسم کے آدمی پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہ کہنے لگا۔ اچھا اگر عوام کو چھوڑ دیا جائے۔ تو کم از کم کوئی تو

اسلام کا نمونہ

ہونا چاہیئے۔ وہ کہنے لگا۔ ہاں یہ ضروری بات ہے۔ وہ ہندو کہنے لگا۔ اچھا۔ وہ مولوی صاحب جنہوں نے آپ کو تبلیغ کی ہے۔ وہ تو اسلام کا نمونہ ہیں۔ صرف ایک امتحان کیجئے۔ اگر وہ پاس ہو جائیں۔ تو آپ بے شک اسلام قبول کر لیں وہ کہنے لگا۔ کیا امتحان۔ ہندو کہنے لگا۔ جب آپ کے مولوی صاحب آئیں۔ تو آپ سو دو سو روپیہ ان کے آگے رکھدیں۔ اور ان سے کہیں۔ کہ مولوی صاحب آپ کی خاطر میں نے اپنا مذہب چھوڑنا ہے اپنے رشتہ داروں کو چھوڑنا ہے۔ اتنی باتیں میں آپ کی خاطر کرتا ہوں۔ آپ بھی میری خاطر آج ایک دفعہ میرے ساتھ بیٹھکر شراب پی لیں۔ پھر تو کبھی اس چیز کو ہاتھ نہیں لگانا۔ جب وہ مولوی آیا۔ تو سردار دیال سنگھ نے اسی طرح کیا۔ چونکہ

مولویوں کی آمدنی کا ذریعہ

کوئی اور تو ہوتا نہیں۔ اس نے خیال کیا۔ کہ ایک دفعہ شراب پینے میں کیا حرج ہے۔ روپے بھی مل جائیں گے۔ اور یہ مسلمان بھی ہو جائے گا۔ اور اس طرح ثواب بھی میرے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔ بیٹھ گیا۔ اور شراب پی لی۔ اس نے اسی وقت مسلمان بننے کا ارادہ چھوڑ دیا۔ اور برہمو سماجی ہو گیا۔ اور لاکھوں روپیہ کی جائداد ان کے نام وقف کر دی جس سے وہ اب تک فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

تو لوگ صرف منہ کی باتیں نہیں سنتے۔ بلکہ وہ قوت عملیہ کو دیکھتے ہیں۔ اور معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہ بنی نوع انسان کے لئے کیا کر رہا ہے۔ احادیث میں آتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی دفعہ وحی الٰہی نازل ہوئی۔ تو آپ یہ دیکھکر کہ مجھ پر بہت بڑی ذمہ واری ڈالی گئی ہے۔ میں اسے کس طرح ادا کر سکونگا۔ گھبرائے۔ اور اپنی اس گھبراہٹ کا حضرت خدیجہؓ سے ذکر کیا۔ کہ

اتنا عظیم الشان کام

مجھ جیسا کمزور آدمی کہاں کر سکے گا۔ حضرت خدیجہؓ جب آپ کی بات سنی۔ تو چونکہ وہ آپکے طریق عمل کو جانتی تھیں اس لئے انہوں نے کہا۔ آپ تو یونہی گھبرا رہے ہیں۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو چھوڑ دے۔ آپ تو وہ ہیں۔ جو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ نہایت اعلےٰ برتاؤ کرتے ہیں۔ ہمیشہ سچ بولتے ہیں لوگوں کے بوجھ بٹاتے ہیں۔ اور آپ نے ان نیک اخلاق کو اپنے اندر جمع کیا ہوا ہے جو زمانہ سے مفقود ہیں۔ پھر آپ مہمانوں کی عزت اور خاطر و تواضع کرتے اور حق کی راہ میں لوگوں کے مددگار بنتے ہیں۔ کس طرح ممکن ہے کہ خدا آپ کو چھوڑ دے ؛

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

کا یہ بیان بتاتا ہے۔ کہ عملی زندگی ایسی اہم چیز ہے۔ کہ اس سے دوسرا شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حضرت خدیجہؓ مکہ کی تھیں۔ جہاں کے رہنے والے الہام کے قائل نہ تھے نہ ہی قوموں مثلاً یہود اور عیسائیوں سے انہیں ملنے کا کہاں موقعہ تھا۔ بے شک حضرت خدیجہؓ کے ایک رشتہ کے بھائی ورقہ بن نوفل عیسائی تھے۔ مگر وہ بھی ایک گوشہ نشین آدمی تھے تبلیغی آدمی نہ تھے۔ غرض اسلام سے پہلے الہام اور اس کی حقیقت سے انہیں کوئی آگاہی نہ تھی۔ مگر باوجود اس کے وہ اس نکتہ کو سمجھتی تھیں۔ کہ اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کے لئے اپنی زندگی کو قربان کر دے۔ اپنی حیات کی تمام ساعات کو خدا تعالیٰ کے دین اور اس کے جلال کے لئے وقف کر دے۔ تو اسے خدا ضائع نہیں کرتا۔ کلا واللّٰہ ما یخزیک اللّٰہ ابداً خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا یہ خطرات سب خیالی ہیں۔ خدا آپ کو رسوا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ انک لتصل الرحم وتصدق الحدیث وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق۔ آپ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے سچائی کو اختیار کرتے اور ان اخلاق کو ظاہر کرتے ہیں۔ جو سارے ملک میں مفقود ہیں۔ پھر مہمانوں کی عزت کرتے اور مصیبت زدوں کی امداد کرتے ہیں۔ گویا یہ پانچ باتیں ایسی تھیں۔ جنہوں نے حضرت خدیجہؓ کے قلب پر اتنا گہرا اثر کیا ہوا تھا۔ کہ وہ خیال بھی نہیں کر سکتی تھیں۔ کہ کبھی خدا آپ کو ضائع کر سکتا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

کی نسبت بھی آتا ہے۔ کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوئے نبوت کیا۔ تو اس وقت آپ مکہ میں نہیں تھے۔ بلکہ باہر کسی گاؤں میں گئے ہوئے تھے۔ جیسے ہمارے ہاں گھی وغیرہ لینے کے لئے بعض دفعہ آدمی پاس کے گاؤں میں چلا جاتا ہے۔ جب آپ واپس آئے۔ تو آپ ایک دوست کے گھر میں اس سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے وہاں باتوں باتوں میں اس کی لونڈی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کہنے لگی ہے ہے تیرا دوست تو آج پاگل ہو گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کون۔ اس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیا اور کہا وہ کہتا ہے۔ آسمان سے فرشتے مجھ پر نازل ہوتے ہیں۔ اور خدا مجھ سے باتیں کرتا ہے۔ آپ نے جب یہ بات سنی۔ تو اسی وقت کھڑے ہو گئے۔ چادر جو تھوڑی دیر پہلے کندھے سے اتاری تھی پھر سنبھال لی۔ اور سیدھے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچے۔ اور دروازہ پر دستک دی۔ آپ باہر تشریف لائے۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ میں نے سنا ہے۔ کہ آپ دعویٰ کرتے ہیں۔

خدا کے فرشتے

آپ پر اترتے۔ اور خدا کا پیغام دیتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خیال سے کہ یہ

پرانے دوست

ہیں۔ انہیں ٹھوکر نہ لگے۔ چاہا کہ اپنی صداقت کے پہلے دلائل پیش کریں۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جونہی کوئی دلیل دینی چاہی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا میں آپ کو

خدا کی قسم

دیتا ہوں۔ کہ آپ کوئی اور بات نہ کریں۔ آپ صرف یہ بتائیں کہ کیا آپ کا ایسا دعوئی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کیا۔ پیشتر اس کے کہ آپ اپنی صداقت کی کوئی دلیل دیں۔ آپ گواہ رہیں کہ میں آپ پر ایمان لاتا ہوں۔ پھر انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ میں دلیلیں سننا نہیں چاہتا تھا۔ تاکہ میرا ایمان ناقص نہ ہو۔ میں نے آپ کی زندگی دیکھی ہوئی ہے۔ اور میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ جس شخص نے چالیس سال تک پاکیزہ زندگی بسر کی ہو۔ اور انسانوں پر جھوٹ نہ بولا ہو۔ وہ خدا کے متعلق کس طرح جھوٹ بول سکتا ہے۔ تو

استقلال ہمت۔ جرأت۔ قربانی ایثار۔ عدل اور انصاف

ایسی چیزیں ہیں۔ کہ جس انسان میں یہ پائی جائیں۔ اس کے متعلق انسان شکوک وشبہات میں مبتلا نہیں رہتا۔ بلکہ اس کی عملی زندگی کا خود مداح بن جاتا ہے۔ ہزار انسان بھی اگر ایک بات کہیں تو اس میں شبہ ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ شخص جس کے متعلق ہمیں تجربہ ہو۔ کہ وہ جھوٹ نہیں بولتا۔ اس کی بات میں ہم شبہ نہیں کر سکتے۔ تو یہ چیزیں نہایت ضروری ہیں۔ مگر کیا یہ ہم میں پائی جاتی ہیں

پہلی چیز قرآن مجید ہے

میں مانتا ہوں کہ قرآن مجید عربی زبان میں ہے۔ میں یہ بھی مانتا ہوں۔ کہ ہمارے ملک کا اکثر حصہ عربی زبان سے ناواقف ہے۔ مگر سوال تو یہ ہے۔ کہ کیا یہ ایسی ناممکن الحصول بات ہے۔ جو کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ دُنیا میں جتنی مذہبی کتابیں ہیں۔ قرآن مجید حجم کے لحاظ سے ان سب میں سے چھوٹی کتاب ہے۔ گو تمام روحانی علوم اس میں پائے جاتے ہیں اور کوئی ایسی ضروری بات نہیں۔ جو اس میں نہ ہو۔ مگر یہ حجم میں اتنی چھوٹی کتاب ہے۔ کہ بعض کاتب ایک ایک صفحہ میں تمام قرآن شریف لکھ دیتے ہیں۔ کئی لوگوں نے بازوؤں پر تعویذ باندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان میں ایک صفحہ پر سارا قرآن شریف لکھا ہوا ہوتا ہے۔ تو قرآن مجید کا حجم سب الہامی کتابوں سے چھوٹا ہے۔ انجیل کا حجم بڑا ہے۔ ژند واوستا کا حجم بڑا ہے۔ بائیبل کا حجم بڑا ہے۔ مگر قرآن مجید کا حجم ان کتب میں سب سے چھوٹا ہے۔ جو الہامی ہونے کا دعوےٰ رکھتی ہیں۔ پھر اس کے پڑھنے اور سمجھنے میں کیا مشکل ہے۔ ضرورت صرف ارادہ کی ہوتی ہے۔ اگر پختہ ارادہ کر لیا جائے۔ تو کوئی مشکل نہیں رہتی۔ ہم نے کئی لوگوں کو دیکھا ہے۔ انہوں نے بڑی عمر میں قرآن کریم کو پڑھنا اور سمجھنا شروع کیا۔ اور آخر پڑھ گئے پس ہر ایک شخص کو چاہیئے خواہ وہ بڑی عمر کا ہے۔ کہ قرآن مجید پڑھے۔ اور اگر کوئی شخص ایسا ہے۔ کہ وہ سمجھتا ہے۔ اب بڑی عمر میں اس کے لئے قرآن پڑھنا مشکل ہے۔ تو کم از کم اپنی اولاد کو تو پڑھائے۔

پچھلے سال میں نے اعلان کیا تھا۔ کہ نوجوان اپنی زندگیاں خدمتِ دین کے لئے وقف کریں اس پر بیسیوں نوجوانوں نے اپنے آپکو پیش کر دیا یہ وقف نہایت خوشکن تھا۔ مگر جب وہ یہاں آئے۔ اور پتہ لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ ان میں سے کئی ایسے ہیں۔ جو

قرآن مجید کا ترجمہ

تک نہیں جانتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت تک ہم صرف چار نوجوانوں کو ممالک غیر میں تبلیغ کے لئے بھیج سکے ہیں۔ باقیوں کو ہم قرآن مجید پڑھوا رہے ہیں۔ تاکہ وہ بھی تبلیغ کے لئے تیار ہو سکیں۔ اب بتاؤ کسی کے پاس تلوار نہیں تو وہ لڑے گا کس طرح۔ ہماری تلوار تو قرآن مجید ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وجاھدھم بہ جھاداً کبیراً۔ یہ قرآن مجید تمہارے لئے تلوار ہے۔ اس سے جہاد کرو۔ جس شخص کے پاس تلوار نہ ہوگی اور وہ میدان جنگ میں چلا جائے گا۔ وہ بجز اپنی گردن کٹوانے کے اور کیا کر سکتا ہے۔ مگر

مومن کا کام

یہ نہیں کہ وہ اپنی گردن کٹوا دے۔ بلکہ اس کا کام تو دنیا میں اشاعت اسلام کرنا ہے اور ان مسائل کا پھیلانا ہے۔ جو قرآن کریم نے بتائے۔ اگر صحابہ کو کہا جاتا کہ مومن کا کام صرف اپنی گردن کاٹنا ہے۔ تو وہ ایک دن میں ہی ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ دیتے۔ اور اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو جاتے مگر انہیں یہ نہیں کہا گیا۔ بلکہ ان کے سپرد یہ کام کیا گیا۔ کہ وہ کفار کے دلوں سے گند نکالیں۔ اور انہیں آستانۂ اسلام پر جھکا دیں یہی کام اب ہمارے سپرد کیا گیا ہے۔ اور اسی کا نام جہاد کبیر ہے۔ ورنہ اپنی گردن کاٹ لینا یا دوسروں کی گردن اتار دینا یہ کونسا مشکل کام ہے؟

پس مسلمانوں کا یہ کام نہیں کہ وہ لوہے کی تلوار سے کفار کا گلا کاٹیں اور نہ صحابہ رضؓ کے ذمہ یہ کام تھا۔ صحابہ تلوار صرف دفاع کے طور پر اٹھاتے تھے۔ انہیں اصل حکم یہی تھا کہ فجاھدھم به جهادا کبیرا

قرآن کریم کی تعلیم کی اشاعت کرو

اور اسی کے احکام کے ذریعہ کفار سے جہاد کرو۔ پس ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ ہم میں سے ہر شخص قرآن کریم کا ترجمہ اور اس کا مفہوم جانتا ہو۔ بڑی عمر کے لوگوں کو جانے دو گو میں نہیں سمجھ سکتا کہ انہیں کیوں جانے دیا جائے۔ وہ بھی اگر پڑھنا چاہیں تو پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن کم از کم آئندہ نسلوں کو تو اس بات سے محروم نہ رکھو۔ جہاں جہاں ہماری جماعتیں قائم ہیں وہاں کی جماعتوں کو بالالتزام اپنے بچوں کو قرآن کریم پڑھانا چاہیئے اور جہاں اس قسم کا التزام نہیں ہو سکتا وہاں کی جماعتوں کو چاہیئے کہ رخصت کے ایام میں اپنے بچے قادیان بھیج دیں۔ ہم ان کی

قرآنی تعلیم کا انتظام

کر دیں گے۔ لیکن اگر نہ تو وہ خود اپنی جماعت میں قرآن کریم پڑھانے کا التزام کریں اور نہ چھٹیوں میں اپنے بچوں کو قرآن پڑھنے کے لئے قادیان بھیجیں تو پھر ہم پر کوئی الزام نہیں ان پر یہ الزام عائد ہو گا۔ کہ انہوں نے ایک اچھے موقع کو ضائع کر دیا۔ پس میں تمام جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کی طرف توجہ کرے۔ باہر بھی ایسے لوگ مل سکتے ہیں۔ جو قرآن کریم پڑھا سکتے اور اپنے اوقات خرچ کر سکتے ہوں۔ لیکن جہاں قرآن کریم پڑھانے والے نہ مل سکیں۔ وہاں کے لوگوں کو چاہیئے کہ مرکز سے ایسے معلم منگوا لیں۔ مگر یہ نہیں کہ انہیں سال دو سال رکھا جائے بلکہ مہینہ دو مہینے یا تین مہینے میں ان سے قرآن پڑھ لینا چاہیئے۔ مجھے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

ایک مہینہ میں قرآن کریم ختم

کرا دیا تھا۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ اگر کوئی ایک مہینہ میں قرآن کریم نہیں پڑھ سکتا تو دو مہینے میں پڑھ لے۔ دو مہینے میں نہیں پڑھ سکتا تو تین مہینے لگا کر پڑھے۔ اس سے زیادہ وقت

تو کسی صورت میں صرف نہیں ہو سکتا باقی ترقی کے لئے گنجائش ہمیشہ رہتی ہے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ کہ یہ دعا مانگا کرو کہ رب زدنی علما اے خدا میرا علم بڑھا تو ہم کون ہیں جو کہہ سکیں۔ کہ ہماری ترقی کے لئے گنجائش نہیں ہاں اتنی استعداد اس عرصہ میں ضرور پیدا ہو سکتی ہے۔ کہ انسان قرآن کریم کو سمجھ لے پھر آگے اس کے علوم کو دنیا میں پھیلانے کا کام ہے۔ اس کے لئے

تربیت کی ضرورت

ہے۔ اور یہ بھی ایک اہم کام ہے۔ مگر افسوس کہ ہمارے ملک نے ابھی تک تربیت کی ضرورت نہیں سمجھی۔ دنیا میں تعلیم دینے والے مل جائینگے مگر تربیت کرنے والے ڈھونڈنے پر بھی مشکل سے ملیں گے۔ گورنمنٹ نے بھی تعلیم کے لئے بیسیوں کالج کھول رکھے ہیں سکول اور مدرسے ہیں۔ جے اے وی۔ ایس اے وی اور بی ٹی کے لئے ٹریننگ دی جاتی ہے۔ لیکن جو سب سے زیادہ نازک کام ہے یعنی تربیت۔ اسی کے لئے کالج نہیں کھولے گئے حالانکہ جب تک نئی نسلوں میں قربانی کا مادہ نہ ہو جب تک نئی نسلوں میں ایثار کا مادہ نہ ہو جب تک نئی نسلوں میں محنت سے کام کرنے کا مادہ نہ ہو۔ جب تک نئی نسلوں میں صداقت اور راستی نہ ہو۔ اور جب تک نئی نسلوں میں

خلوص اور للہیت

نہ ہو اور ان امور کے لئے اس کی تربیت نہ کی جائے۔ اس وقت تک یہ کام بھلا کس طرح ہو سکتا ہے۔ یہ کام تو اتنا نازک ہے۔ کہ اس کے لئے رات دن ایک کر دینا چاہیئے۔ مگر جیسا کہ میں نے پچھلے خطبہ میں بھی بیان کیا تھا۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ ہمارے ملک کے نوجوان پانچ چھ گھنٹے مستقل کام کریں تو سمجھنے لگتے ہیں۔ کہ انہوں نے

ساری دنیا پر احسان

کر دیا۔ پھر وہ کام کو بوجھ سمجھتے اور اس سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اس سے بھی زیادہ خطرناک بات یہ ہے۔ کہ وہ اپنی عقل سے کام لینے

کے عادی نہیں۔ بے وقوفی ان میں اتنی بڑھ گئی ہے۔ کہ میں بعض دفعہ حیران ہوتا ہوں۔ کہ کیسی معمولی باتیں ہیں جو ان کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ پھر اگر انہیں نصیحت کی جائے تو وہ ناراض ہوتے ہیں۔ اور اپنی حماقت کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو سات آٹھ گھنٹہ کام کیا تھا۔ پھر خفگی کیسی اور اس طرح پہلی حماقت کے ساتھ دوسری جواب کی حماقت کو ملا دیتے ہیں۔ حالانکہ

بے عقلی سے کام کرنے کا فائدہ ہی کیا ہے

مثل مشہور ہے۔ کہ کسی شخص نے ایک ریچھ پالا ہؤا تھا۔ ایک دفعہ جب اس کی ماں بیمار ہوئی تو وہ ریچھ کو اس کے پاس بٹھا گیا کہ مکھیاں ہٹاتا رہے اسے یہ خیال نہ آیا کہ ریچھ ریچھ ہی ہے کوئی نقصان پہنچا بیٹھا تو کیا ہوگا۔ وہ مکھیاں ہٹاتا رہا مگر تھوڑی دیر کے بعد پھر مکھیاں آ بیٹھتیں۔ پھر ہٹاتا۔ پھر آ جاتیں۔ آخر آدمی کے ہاتھ اور اس کی عقل۔ ریچھ کے ہاتھ اور اس کی عقل میں فرق بھی تو ہے۔ اگر آدمی مکھیاں ہٹاتا تو مکھیاں ہٹا کر اوپر کپڑا دے دیتا۔ مگر ریچھ کو اس بات کی سمجھ نہیں تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ مکھیاں بار بار آ بیٹھتی ہیں تو وہ ایک بڑا سا پتھر اٹھا لایا۔ اور جب پھر مکھی بیٹھی تو اس زور سے اس نے مکھی کو پتھر مارا۔ کہ ساتھ ہی اس کی ماں بھی رخصت ہو گئی۔ یہ ریچھ اگر انسان ہوتا اور مکھی مارنے کے بعد اپنے آقا سے کہتا۔ کہ لائیے انعام دیجئے۔ تو کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ آقا اسے انعام دیتا۔ مگر یہ شخص ریچھ سے بھی زیادہ

حماقت کا کام

کرتا اور کام کو خراب کرتا چلا جاتا ہے۔ اور پھر سمجھتا ہے کہ اسے انعام ملنا چاہیئے۔ کیا دنیا کا کوئی انسان ایسا ہے جو دیانت داری سے کہہ سکے کہ ایسے شخص کو انعام ملنا چاہیئے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص نماز

پڑھنے لگے تو الٹا لٹک جائے۔ سر نیچے اور ٹانگیں اوپر کرے اور اس طرح نماز پڑھے کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اس کی نماز ہو جائیگی محض اس وجہ سے کہ اس نے تکلیف زیادہ اٹھائی ہے نماز نہیں ہو گی۔ کیونکہ نماز اس نے مقررہ طریق کے مطابق نہیں پڑھی۔ اس کے مقابلہ میں وہ شخص انعام لے جائیگا جس نے آرام اور اطمینان سے نماز پڑھی ہے۔ تو عقل سے کام لینا۔ اور

دانائی سے مقررہ فرائض کو سرانجام دینا

بھی ضروری ہوتا ہے۔ لیکن میرا تجربہ ہے کہ ہمارے ملک کے نوجوانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کم عقل ہے تھوڑی تعداد ایسے نوجوانوں کی ہے۔ جو

عقل سے کام لیتے

ہیں۔ باقی کبھی عقل کو مدنظر نہیں رکھتے اور نہ سوچ کر کام کرنے کے عادی ہیں صرف اتنا کافی سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کام کے لئے مقررہ وقت دے دیا۔ پھر ایک اور نقص جو ہمارے ملک کے نوجوانوں میں خطرناک طور پر پیدا ہو گیا ہے۔ یہ ہے کہ ان میں عقل کا فقدان ہی نہیں ہو گا۔ کام بھی محنت سے کریں گے۔ مگر

انجام کی ذمہ واری

اپنے اوپر نہیں لیں گے۔ بے شک یہ بات درست ہے اور میں اس کو بیان بھی کر چکا ہوں کہ جب انسان اپنی طرف سے تمام ذرائع کو استعمال کرے اور کام اتفاقاً خراب ہو جائے تو اس کی ذمہ داری اس پر نہیں ہوتی۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ ۹۹ فیصدی انجام اس کے اپنے اختیار میں ہوتے ہیں اور اگر یہ چاہے تو اس کے خراب انجام کو اچھے انجام سے بدل سکتا ہے مگر بدلتا نہیں۔ صرف ایک فیصدی ایسے فعل ہوتے ہیں جن میں باوجود عقل سے کام لینے کے یہ ناکام ہو جاتا ہے۔ لیکن ۹۹ فی صدی کام کی خرابیوں کی ذمہ داری اس پر ہوتی ہے اور اس کی وجہ

تدبیر یا محنت کی کمی

ہوتی ہے۔ اگر اس کام کے لئے بارہ گھنٹے محنت کرنی ضروری ہے تو یہ دس گھنٹے کرتا ہے اگر اٹھارہ گھنٹے کام کی ضرورت ہے تو یہ چودہ گھنٹے کرتا ہے

بظاہر اس کا دس یا چودہ گھنٹے کام کرنا بہت بڑی محنت نظر آتی ہے۔ مگر خدا کی نگاہ میں یہ محنت نہیں کیونکہ خدا تعالےٰ کی نگاہ میں محنت وہی ہے۔ جو کام کے لئے ضروری ہو۔ اگر یہ چوبیس گھنٹے کام کرتا۔ اور پھر بھی فیل ہو جاتا۔ تب تو یہ کہہ سکتا۔ کہ اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے کوئی پچیسواں گھنٹہ نہیں بنایا۔ لیکن جبکہ یہ اتنی محنت نہیں کرتا۔ جتنی کام کے لئے ضروری ہے۔ تو اس کی محنت ہرگز ایسی چیز نہیں جس کی تعریف کی جا سکے۔ یہی حال عقل کا ہے۔ کہیں یہ اس فیصدی عقل سے کام لیتا ہے۔ حالانکہ وہاں ۱۰ فیصدی عقل سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہیں یہ پندرہ فیصدی عقل سے کام لیتا ہے حالانکہ وہاں بیس فیصدی عقل سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس طرح کام خراب ہو جاتا ہے۔ بیسیوں دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ یہ رات کے بارہ بجے تک بیٹھا رہتا ہے۔ اور کام نہیں ہوتا۔ اور پھر اپنی محنت کا ذکر کرتا ہے۔ حالانکہ اگر اس کام کے لئے ایک گھنٹہ یا دو گھنٹے اور جاگنے کی ضرورت تھی۔ اور وہ نہیں جاگا۔ تو اس نے غلطی کی۔ اور وہ خدا کے حضور بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ ایک

مشہور تاریخی واقعہ

ہے۔ ایک دفعہ ایک بند میں جو سمندر کے آگے لگایا گیا تھا۔ چھوٹا سا سوراخ ہو گیا۔ یہ ہالینڈ کا واقعہ ہے۔ وہاں سمندر سے زمین نیچی ہے۔ اور لوگ سمندروں کے آگے حفاظت کے لئے بند لگا دیا کرتے ہیں۔ جب اس بند میں سوراخ ہوا۔ تو اس وقت اتفاقاً ایک چھوٹا سا بچہ وہاں کھیل رہا تھا۔ اس نے خیال کیا۔ کہ اگر میں اس وقت گاؤں والوں کو اطلاع دینے کیلئے چلا گیا۔ تو یہ سوراخ بہت بڑھ جائیگا۔ اور سیلاب گاؤں کو بہا لے جائیگا اس لئے وہ وہیں بیٹھ گیا۔ اور اس نے اپنی انگلی سوراخ میں ڈال دی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سوراخ بند ہو گیا۔ اور پانی کا نکلنا رک گیا۔ لیکن پھر بھی سمندر کا پانی زوروں پر تھا۔ آہستہ آہستہ اس سوراخ نے پھیلنا شروع کیا۔ جب سوراخ ذرا بڑا ہو گیا۔ تو اس نے اپنی دوسری انگلی بھی اندر ڈال دی۔ پھر سوراخ زیادہ ہوا۔ تو تیسری انگلی ڈال دی۔ اور جب آہستہ آہستہ سوراخ اور بڑا ہو گیا۔ تو اس نے اپنا ہاتھ اس میں ڈال دیا۔ اور سارا دن وہیں بیٹھا رہا۔ پھر شام ہو گئی مگر وہ وہاں سے ہلا نہیں۔ نصف شب کے قریب والدین کو خیال آیا۔ کہ ہمارا بچہ کہاں گیا۔ ادھر اُدھر سے پتہ لگاتے انہیں معلوم ہوا۔ کہ صبح سمندر کی طرف گیا تھا۔ خیال آیا کہ کہیں ڈوب نہ گیا ہو۔ اسی فکر میں جب بند کے قریب پہونچے تو انہوں نے دیکھا۔ کہ بچہ نے اپنا ہاتھ سوراخ میں ڈالا ہوا ہے۔ اور خود بے ہوش پڑا ہے۔ اب دیکھ لو۔ اس بچہ نے عقل سے کام لیا۔ اور کام پر اتنا وقت صرف کیا۔ جتنی ضرورت تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سارا گاؤں بچ گیا۔

ہندوستان کے بڑے بڑے آدمی

بھی اگر وہاں ہوتے۔ تو دو گھنٹہ کے بعد آ جاتے۔ اور کہتے کہ جب اور کوئی نہ آیا۔ تو میں بھی چلا آیا۔ حالانکہ کام میں یہ سوال نہیں ہوتا۔ کہ کتنے گھنٹے خرچ ہوئے۔ بلکہ اگر اسلام اور سلسلہ اور قومی ضرورت اس بات کا تقاضا کرتی ہو۔ کہ کوئی شخص ایک جگہ بیٹھا رہے۔ اور بیٹھا رہے یہاں تک کہ مر جائے۔ تو اس کا فرض ہے۔ کہ وہ وہاں بیٹھا رہے اور مر جائے۔ غرض ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ محنت سے کام کیا جائے۔

عقل سے کام لیا جائے

اور ایسی تدابیر سے کام لیا جائے۔ جو کام کو کامیاب بنانیوالی ہوں۔ اور ہر انسان یہ سمجھے۔ کہ نہ صرف اس نے کام کرنا ہے۔ بلکہ کام کو کامیاب بنانا بھی ہے۔ پس جو شخص یہ کہتا ہے۔ کہ انجام میرے اختیار میں نہیں۔ وہ کام کی اہمیت کو نہیں سمجھتا یہ چیزیں ہیں۔ جو بڑوں میں بھی ہونی چاہئیں اور نوجوانوں میں بھی۔ بڑے اگر خود ان پر عمل نہیں کر سکتے۔ تو نوجوانوں کو سکھانے کے لئے اپنی زبان ہلا سکتے ہیں۔ جیسے گتکا ہے۔ جب گتکا کا ماہر بوڑھا ہو جائے۔ تو گو وہ خود گتکا نہیں کھیل سکتا۔ مگر دوسروں کو کھیلنا سکھا سکتا ہے۔ یا ایک شخص جو بندوق کا اچھا نشانہ لگانا جانتا ہو۔ اگر اس کے ہاتھ میں رعشہ ہو جائے۔ تو گو وہ خود بندوق کا نشانہ ٹھیک نہیں لگا سکے گا۔ مگر اچھا نشانہ لگانے والے پیدا ضرور کر سکیگا۔

اسی طرح قوم پر ایک ایسا وقت آیا کرتا ہے۔ جبکہ اس کے بڑے آدمی جو فن کے ماہر ہوں۔ بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ اور کام نہیں کر سکتے۔ ایسی حالت میں وہ

آئندہ نسلوں کی تربیت

کر سکتے۔ اور انہیں اپنا بہتر قائم مقام بنا سکتے ہیں آج سے پچاس سال پہلے کی تعلیم نہایت ادنیٰ تھی۔ مگر آج نہایت اعلےٰ تعلیم ہے۔ یہ اعلےٰ تعلیم کس نے بنائی۔ اسی ادنےٰ تعلیم نے بنائی ہے۔ کیونکہ جو پہلے لوگ تھے۔ انہوں نے اپنے شاگردوں کو ایسے اعلےٰ مشورے دیئے۔ کہ وہ ان سے اعلےٰ قابلیت کے مالک ہوئے۔ انہوں نے آگے اپنے شاگردوں کو ایسی قابلیت سے پڑھایا کہ وہ ان سے بھی اعلےٰ قابلیت کے مالک ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اب

استاد ادنیٰ ہیں اور شاگرد اعلےٰ

اگر قانونِ قدرت یہ ہوتا۔ کہ جتنی قابلیت کا استاد ہو۔ اتنی قابلیت کا ہی شاگرد ہوگا۔ تو دنیا کبھی ترقی نہ کرتی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دُنیا ترقی کر رہی ہے۔ استاد میں نقص ہوتا ہے۔ مگر وہ اپنے شاگردوں کو ہوشیار کرتا ہے کہ دیکھنا تم میں نقص نہ آئے۔ مجھے یاد ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک دفعہ کوئی بات کہہ رہے تھے۔ کہ دورانِ گفتگو میں آپ کی زبان سے ایک سخت لفظ گالی کی قسم کا نکل گیا۔ معاً اسی وقت آپ نے میری طرف دیکھا۔ اور فرمایا۔ میاں ہمیں ایسے استاد میسر نہیں آئے۔ جیسے تمہیں ملے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں گالیاں عام تھیں۔ اس لئے کوئی کوئی سخت لفظ ہماری زبان پر اس وقت کا چڑھا ہوا ہے۔ دیکھنا تم نے ایسا لفظ کبھی زبان سے نہ نکالنا۔ تو

آئندہ نسلیں اعلےٰ بنائی جا سکتی ہیں

اگر توجہ دی جائے۔ اور آئندہ نسلیں اعلےٰ بنائی جا سکتی ہیں۔ اگر ان کے سامنے بہترین نمونہ پیش کیا جائے۔ ہم اگر منہ سے کہیں کہ ہم ساری دُنیا کو فتح کر لینگے۔ ہم اگر منہ سے کہیں کہ ہم نئی زمین اور نیا آسمان بنا لینگے۔ ہم اگر منہ سے کہیں۔ کہ ہم شیطانی جماعت کو کاٹ کر رکھ دینگے لیکن ہم اعلےٰ نسل تیار نہ کریں۔ ایسی نسل جو اپنی جانوں کو خدا کے لئے قربان کرنیوالی ہو۔ ایسی نسل جو اپنے اوقات کو خدا کیلئے قربان کرنیوالی ہو۔ ایسی نسل جو اپنے اندر عقل رکھتی اور عقل سے کام لینے کی عادی ہو۔ ایسی نسل جو اپنی زندگی کا مقصد وحید وہی قرار دیتی ہو۔ جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا میں مبعوث ہوئے۔ تو ایسے دعوے کا فائدہ کیا۔ اور لوگوں پر اس کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔

پس ضرورت ہے۔ کہ آئندہ نسلوں کی تربیت کی جائے۔ انہیں

قرآن کریم پڑھایا جائے

ان میں سلسلہ کے لئے قربانی کی روح پیدا کی جائے اور دیکھا جائے۔ کہ وہ سلسلہ کے لئے کتنا وقت خرچ کرتے اور کتنی عقل سے کام لیتے ہیں۔ دنیا میں جس طرح اور چیزیں بڑھائی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح عقل بھی بڑھائی جا سکتی ہے۔ مگر ضرورت تربیت کی ہوتی ہے۔ اس لئے جماعت اگر ان ذمہ واریوں کو پورا کرنا چاہتی ہے۔ جنہیں میں نے بیان کیا ہے۔ اور جو خدا تعالےٰ کی طرف سے ان کے سپرد کی گئی ہیں۔ اگر وہ دشمنوں کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ تو اس امر میں مجھ سے تعاون کرے۔ کہ آئندہ نسلوں کی اصلاح کی جائے۔ اگر وہ اس امر پر تیار ہوں اور اس کے لئے عملی جدوجہد کریں۔ تو یہ اتنی بھی مشکل چیز نہیں۔ جتنی کوئی چیز ادھر سے ادھر کرنی مشکل ہوتی ہے۔ لیکن اگر وہ ادھر توجہ نہ کریں۔ تو پھر یہ بہت بڑی مشکل ہے۔ میں

اللہ تعالےٰ سے دُعا

کرتا ہوں۔ کہ وہ ہماری جماعت کو اپنی ذمہ داریاں سمجھنے کی توفیق دے۔ اور ایسی نسل تیار کرنے کی ہمت بخشے۔ جو اس کی رضا کے راہوں پر چلنے والی اور صدق۔ محنت۔ عقل۔ اور استقلال سے کام لینے والی ہو۔ اگر ہماری آئندہ نسل قربانی۔ ایثار۔ عقل۔ ہمت اور باقی تمام ضروری ہتھیاروں سے مسلح ہو جائے۔ تو دشمنوں پر فتح پانا ان کے لئے کوئی مشکل نہ ہوگا۔

وصیت نمبر ۲۱۷۴

منکہ مرزا غلام حمید ولد مرزا اللہ دتا صاحب قوم مغل ساکن پنڈی والا ڈاک خانہ خاص تحصیل پھالیہ ضلع گجرات حال وکیل نوشہرہ چھاؤنی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۷/۳ ۳۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

موجودہ حالت میں میری کچھ جائداد از قسم منقولہ و غیر منقولہ بطور واحد ملکیت اور کچھ اپنے بھائیوں کے ساتھ مشترک ہے۔ لیکن فی الحال نہ تو مقدار حصص کی کوئی تخصیص کی جا سکتی ہے اور نہ ہی میرا گذارہ اس جائداد پر ہے۔ بلکہ ماہوار آمد وکالت پر ہے جو غیر معین ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کروں تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائے گا۔ باقی ماندہ ترکہ بروئے شریعت اسلامیہ میرے ورثا میں تقسیم ہوگا۔

گواہ شد:۔ محمد شفیع ہیڈ کلرک انجینیرز نوشہرہ چھاؤنی ۱۷/۳ ۳۴۔ العبد:۔ مرزا غلام حمید احمدی بی اے ایل ایل بی وکیل نوشہرہ چھاؤنی ۱۷/۳ ۳۴۔ گواہ شد:۔ ڈاکٹر غلام احمد آئی ایم ایس نوشہرہ چھاؤنی ۱۷/۳ ۳۴۔

شکریہ

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور بزرگان سلسلہ کی دعاؤں سے ... نور چشم سید محمد اصغر صاحب مونگھیری کو کلی طور پر صحت ہو چکی ہے احباب کی دعاؤں کا مشکور ہوں۔

خاکسار:۔ بشیر احمد قادیان

موتی سرمہ کا مسیحائی اثر

دُنیا تسلیم کر چکی ہے کہ ضعفِ بصر، ککرے، جلن، پھولا، جالا، خارش چشم، پانی بہنا، دھند، غبار، پڑبال، ناخونہ، کھوہا، کنجی، رتوندا، ابتدائی موتیابند وغیرہ۔ غرضیکہ یہ سرمہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ہے۔ جو لوگ جوانی اور بچپن میں اس سرمہ کا استعمال رکھیں گے۔ وہ بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بھی بہتر پائیں گے۔
قیمت فی تولہ صرف دو روپے آٹھ آنے (عہ/۲) محصول ڈاک علاوہ۔

حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم اے سلمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"میں اس بات کے اظہار میں خوشی محسوس کرتا ہوں کہ میں نے آپ کے موتی سرمہ کو استعمال کر کے اسے بہت مفید پایا، گذشتہ دنوں مجھے یہ تکلیف ہو گئی تھی کہ زیادہ مطالعہ یا تصنیف سے دماغ میں بوجھ ہونے کے علاوہ آنکھوں میں سرخی بھی رہتی تھی۔ ان ایام میں میں نے جب بھی آپ کا سرمہ استعمال کیا مجھے یقینی طور پر فائدہ ہوا۔"

جناب ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحب کنٹونمنٹ سپرنٹنڈنٹ چھاؤنی فیروزپور سے لکھتے ہیں کہ "آپ کے موتی سرمہ کی خدا کے فضل و کرم سے فیروزپور میں دھوم مچ گئی ہے، میری آنکھیں مجھے قریباً قریباً جواب ہی دے چکی تھیں، خیال تھا کہ موگہ جا کر آنکھوں کا علاج کراؤں۔ اچانک الفضل پڑھتے پڑھتے آپ کے اشتہار پر نظر پڑی، منگوایا۔ استعمال کیا۔ سرمہ کیا ہے گویا اللہ تعالےٰ کی رحمت کا کرشمہ ہے۔ میں تو کیا؟ جس جس نے استعمال کیا۔ اس کے مسیحائی اثر کو دیکھ کر حیرت میں رہ گیا۔ براہ کرم سات تولہ موتی سرمہ علیحدہ علیحدہ سات شیشیوں میں بذریعہ وی پی جلد بھیج دیجئے۔"

ملنے کا پتہ } **منیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)**

اشتہار شائع کرانے والے اصحاب سے

ہزاروں انسان الفضل کے ہر ایک لفظ کا باقاعدہ مطالعہ کرتے ہیں۔ اس میں شائع شدہ ہر چیز کو خاص اعتماد کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ باوجود اس کے اجرت بالکل کم ہے اس لئے الفضل میں اشتہار دے کر فائدہ اُٹھائیں:۔

شادی شدہ زندگی کے متعلق کوئی مشکل ہو۔ کوئی سوال ہو۔ اس کا حل

ہدایت نامہ خاوند

اور **ہدایت نامہ بیوی** میں آپ کو ضرور ملیگا۔ قیمت ایک روپیہ اور سوا روپیہ

پتہ:- **کوبراج ہرنام داس بی۔ اے۔ لاہور**

مژدہ جانفزا

ہم نے ہندوستان کے تجارتی و اقتصادی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک بڑے پیمانے پر ہر قسم کی خوشبودار اور دماغی کمزوریوں کے دور کرنے کے لئے تیل اور عطریات کا ایک کارخانہ کھولا ہے۔ ہمارا دعوےٰ ہے۔ کہ آج سے پیشتر ایسے خالص تیل بنانے والا کارخانہ ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ یورپ کے کسی حصے میں بھی نہیں ہے۔ ہر ہندوستانی کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے ملک کی تجارت کو فروغ دینے کے لئے ہمارے کارخانہ کا اصلی تیل "جانِ جہاں ہیر آئل" رجسٹرڈ استعمال کرے۔ قیمت فی شیشی دس آنے

ملنے کا پتہ:- **ماسٹر اللہ رکھا کشمیری بازار لاہور**

الطبیب لاہور

طب کا یہ بینظیر مصور رسالہ قدیم و جدید معلومات کا بیش بہا گنجینہ ہمدردی نسخہ جات و اسراری مجربات کا گرانقدر خزینہ ہے۔ جس میں حفظ صحت۔ تاریخ طب و اطباء۔ تذکرہ عقاقیر۔ الامراض والعلاج اور مجربات وغیرہ وغیرہ عنوانوں کے تحت میں ارض ہند کے مشاہیر اطباء کے نہایت قابل قدر مضامین و مجربات شائع ہوتے ہیں۔ طبقۂ مرضیٰ کی سہولت کے لئے سوال و جواب کا سلسلہ بھی ہے۔ طبیب و غیر طبیب کے لئے یکساں مفید۔ زیر ادارت جناب حکیم محمد شریف صاحب سابق مدیر الحکیم ہر ماہ نہایت آب و تاب سے شائع ہوتا ہے نمونہ کا پرچہ مفت چندہ سالانہ صرف عہ

ملنے کا پتہ:- **منیجر رسالہ الطبیب برکت علیخان روڈ بیرون موچی دروازہ لاہور**

پرائیویٹ قطعاتِ اراضی سکنی

محلہ دار العلوم غربی قادیان میں جامعہ احمدیہ سے جانب غرب اور محلہ دار الرحمت سے جانب شرق ابھی چند قطعات قابلِ فروخت موجود ہیں۔ نرخ اس وقت ۲۰ روپے فی مرلہ مقرر ہے۔ جلسہ سالانہ کی تقریب پر یکم نومبر سے ۱۵ر جنوری تک بیس فیصدی رعایت دیجائیگی۔ خواہشمند احباب موقع پر قطعات دیکھ کر خرید سکتے ہیں۔ قیمت بہر حال نقد یکمشت لیجائیگی۔ جن اصحاب نے ہماری معرفت بابو غلام الدین خانصاحب احمدی و بابو فضل خالق خانصاحب احمدی پسر بابو غلام محی الدین خان صاحب موصوف سے قادیان دارالامان کے محلہ دار العلوم غربی میں قطعاتِ اراضی بغرض رہائش ہماری معرفت خریدے ہیں۔ ان کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ مالکان موصوف سے حب جائیں بلا تامل اپنے خرید کردہ قطعہ یا قطعات کے متعلق ا بغرض پر رجسٹری یا داخل خارج کروا سکتے ہیں۔ جیسا کہ شرائط فروخت اراضی کے ذیل میں بھی زیر شرط ۵ اعلان کیا جا چکا ہے۔ کہ اگر کوئی خریدار اپنی خرید کردہ زمین کے متعلق رجسٹری یا داخل خارج کروانا چاہے۔ تو اس کا انتظام اور جملہ اخراجات بذمہ خریدار ہونگے:۔

خاکساران:- محمد احمد و عبد الکریم پسران مولوی محمد اسمٰعیل صاحب قادیان

اٹلی اور ایبے سینیا کی جنگ کی خبریں

روما ۲۸ اکتوبر۔ سائنور مسولینی نے ایک اعلان شائع کیا ہے۔ جس میں اس نے کہا ہے "جو لوگ ہمارے ساتھ سخت غیر منصفانہ سلوک کر رہے ہیں۔ وہ اطالوی لوگوں کو اسی بہادری کا حامل پائیں گے۔ جس بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہمارے سپاہیوں نے اڈوا کی شکست کا بدلہ لیا ہے۔ تاریخ اٹلی کے اقتصادی مقاطعہ کی مذمت کرے گی۔ اور اسے ملکوں کی بدنظمی اور تکلیفات میں اضافہ کرنے والا جرم قرار دے گی۔ تاہم اٹلی کا ہر فرد اس کی پوری پوری مدافعت کرے گا"

روما ۲۸ اکتوبر۔ اطالوی جرنیل ڈل بونو کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ اطالوی افواج کی ماکیل کی جانب پیش قدمی بغیر کسی قسم کی مزاحمت کے جاری ہے۔ جرنیل جیشیکو کی زیر قیادت ایک دستہ ۲۰ میل کی مسافت طے کر چکا ہے۔ اسمارہ سے آمدہ پیغامات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دیہات کے باشندے اطالوی افواج کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔

نئی دہلی ۲۸ اکتوبر۔ ایسوسی ایٹڈ پریس کو معلوم ہوا ہے۔ کہ گورنمنٹ ہند نے برطانیہ اور لیگ کے دوسرے ممبران کی طرح اٹلی کے مالی اور اقتصادی مقاطعہ کا فیصلہ کر لیا ہے۔ مالی مقاطعہ کا اعلان ایک آرڈیننس کے ذریعہ ہوگا۔ اور بعض اشیاء کی برآمد پر پابندیاں بحری محصول ایکٹ کے ماتحت ایک نوٹیفکیشن کے ذریعہ عائد کی جائیں گی۔ اس تعزیری کارروائی کے اجراء کی تاریخ کا ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ امید ہے۔ ہفتہ رواں میں اس امر کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

برن (سوئٹزرلینڈ) ۲۸ اکتوبر۔ حکومت سوئٹزرلینڈ نے اٹلی اور ابی سینیا دونوں کو اسلحہ بھیجنے پر پابندیاں عائد کرنے کے ساتھ اٹلی کے مالی مقاطعہ کا فیصلہ کر لیا ہے۔

عدیس آبابا ۲۸ اکتوبر۔ عدیس آبابا پر اطالوی ہوائی جہازوں سے بمباری کا خطرہ محسوس کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ جہازوں کو گرانے کی ۱۴ مشینیں نصب کر دی گئی ہیں۔

لنڈن ۲۸ اکتوبر۔ ایم لاوال نے برطانیہ کو مسولینی کی صلح کی شرائط بھیجی ہیں۔ مسولینی کا مطالبہ ہے۔ کہ اسے ٹگرے کے علاقہ کی حکومت دے دی جائے۔ اور باقی علاقوں پر اسے انتدابی اختیارات حاصل ہوں۔ برطانیہ۔ فرانس اور لیگ کی طرف سے ان شرائط کو منظور کئے جانے کی کوئی امید نہیں۔

لنڈن ۲۸ اکتوبر۔ برطانیہ میں اٹلی کے خلاف تعزیری کارروائی پر آج سے عملدرآمد شروع ہو گیا ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے کو قید اور جرمانہ کی سزا دی جائیگی۔

عدیس آبابا ۲۸ اکتوبر۔ حبشہ کے دفتر خارجہ نے صلح کی شرائط کے متعلق رائے زنی کرتے ہوئے کہا ہے۔ کہ شہنشاہ حبش سمندر سے ملحقہ علاقہ کے عوض میں اوگاڈن کا صوبہ اٹلی کو دینے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن وہ شمال میں ایک اینچ جگہ دینے کے لئے بھی تیار نہیں ہونگے۔

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

دہلی ۲۸ اکتوبر۔ اخبار "ریاست" دہلی نے لکھا ہے۔ کہ ایجنٹ گورنر جنرل ریاستہائے پنجاب کے حکم سے نواب صاحب لوہارو کے اختیارات چھین لئے گئے ہیں۔ آئندہ ریاست کے نظم و نسق کی باگ ڈور گورنر جنرل کے ہاتھ میں ہوگی۔ اور نواب صاحب کو چار سو روپیہ ماہوار الاؤنس ملا کریگا لیکن سیکرٹری ریاست کی طرف سے اس خبر کی

جہلم ۲۹ اکتوبر۔ جہلم سے آمدہ ایک تار مظہر ہے۔ کہ جہلم کا بڑا بازار آگ لگ جانے کی وجہ سے جل کر راکھ ہو گیا ہے۔

لنڈن ۲۸ اکتوبر۔ لنڈن میں انڈین نیشنل کانگریس قائم ہو گئی ہے۔ اس کا الحاق ہندوستانی نیشنل کانگریس سے کیا جائیگا۔

امرتسر ۲۸ اکتوبر۔ نورمحل ضلع جالندھر کے کاشتکاروں نے اس بناء پر کچھ عرصہ سے ہڑتال کر رکھی ہے۔ کہ لگان زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ زمین کی کاشت نہیں کر سکتے۔ متعلقہ حکام کی طرف سے ہڑتال کھلوائے جانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

کلکتہ ۲۸ اکتوبر۔ گذشتہ شب پولیس نے قمار بازی کے الزام میں ایک سو اشخاص کو گرفتار کیا۔

لاہور ۲۸ اکتوبر۔ راجہ نریندر ناتھ پنجاب کونسل کی ہندو پارٹی کے لیڈر نے اعلان کیا ہے۔ وہ چوہدری چھوٹو رام کے تحفظ مقروضین کے متعلق بل کی ہر دفعہ کے خلاف ہیں۔ آج جب کونسل میں بل کو سیلیکٹ کمیٹی کے سپرد کرنے کی تحریک پر بحث ہوئی۔ تو راجہ نریندر ناتھ اور مسٹر مکند لال نے کمیٹی میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔

پشاور ۲۸ اکتوبر۔ معلوم ہوا ہے کہ صوبہ سرحد میں تلوار کو قانون اسلحہ سے مستثنےٰ قرار دے دیا گیا ہے۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر پشاور نے اعلان کیا ہے۔ کہ تلوار رکھنے کے لئے لائسنس وغیرہ کی ضرورت نہیں۔

امرتسر ۲۸ اکتوبر۔ اخبار "احسان" ۳۰ اکتوبر رقمطراز ہے۔ کہ مسٹر داؤد غزنوی جنرل سیکرٹری مجلس احرار نہ صرف جنرل سیکرٹری کے عہدہ سے بلکہ احرار کی رکنیت سے بھی مستعفی ہو گئے ہیں۔ اور مزید استعفوں کی توقع ہے۔

قاہرہ (بذریعہ ڈاک) ترکی اخبارات نے اٹلی کے جارحانہ اقدامات کے متعلق رائے زنی کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ ترک دفاع وطن کے لئے اور اپنی آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے ہر ممکن قربانی کرنے کو تیار ہیں۔ انگورہ استنبول اور ازمیر سے غیر ملکی افراد کو نکل جانے کا حکم دے دیا گیا ہے۔

لاہور ۲۸ اکتوبر۔ آج مزار شاہ کاکو شاہ کے انہدام کے سلسلہ میں سترہ اکالیوں کے خلاف مقدمہ کی سماعت ہوئی۔ جس میں مختلف اشخاص کی شہادات قلمبند کی گئیں۔

لاہور ۲۸ اکتوبر۔ کل رنجیت سنگھ سمادھ کے میدان میں سکھوں کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں بھائی پرمانند۔ ہربنس سنگھ۔ اور دیگر مقررین نے مسلمانوں کے خلاف سخت اشتعال انگیز اور دل آزار تقریریں کیں۔

پانی پت ۲۸ اکتوبر۔ ہندوستان کے مشہور شاعر حالی کی صد سالہ سالگرہ ۲۶ اکتوبر کو بڑے تزک و احتشام سے منائی گئی۔ نواب صاحب بھوپال اجلاس کے صدر تھے۔ پنجاب سے ڈاکٹر اقبال مسٹر عبد اللہ یوسف علی نواب آف کنج پورہ اور ڈاکٹر گوکل چند نارنگ شامل ہوئے۔

لنڈن ۲۸ اکتوبر۔ پارلیمنٹ کی رکنیت کے ۱۲۹۵ امیدواروں میں ۶۹ عورتیں انتخابات لڑیں گی۔

امرتسر ۲۸ اکتوبر۔ گذشتہ شب ایک مسلمان آتشباز کی دکان کو آگ لگ جانے سے کئی ہزار روپے کا نقصان ہوا۔

لاہور ۲۸ اکتوبر۔ کل مجلس اتحاد ملت کے زیر اہتمام باغ بیرون موچی دروازہ میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان اجتماع ہوا۔ جس میں مسجد شہید گنج کی واگذاری کے مطالبہ کو دہرایا گیا۔ اور ہندو اخبارات کی ذہنیت کی مذمت کی گئی۔

نئی دہلی ۲۸ اکتوبر۔ مولانا شوکت علی نے ایک بیان شائع کرایا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ "میں پنجاب اور دیگر مقامات کی تمام جماعتوں سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ مسجد شہید گنج کے قضیہ پر امن و استقلال کے دامن کو ہاتھ سے نہ دیں۔ کیونکہ ابھی باعزت مفاہمت کا امکان ہے"

الہ آباد ۲۸ اکتوبر۔ مسز کملا نہرو اب رو بصحت ہیں۔

لنڈن ۲۸ اکتوبر۔ لارڈ لنلتھگو آئندہ وائسرائے ہند کی بڑی لڑکی جو ایک موٹر پر جا رہی تھیں۔ ایک جگہ راستہ پوچھنے کے لئے ٹھہر گئیں۔ ایک مزدور راستہ بتانے کی غرض سے ان کی موٹر پر بیٹھ گیا اور اس نے اچانک لڑکی کو موٹر سے باہر پھینک دیا۔ لیڈی بال بال بچ گئیں۔ تفتیش جاری ہے۔

بمبئی ۲۸ اکتوبر۔ مسٹر گاندھی نے ایک مضمون شائع کیا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ چھوت چھات کو دور کرنے والوں کو ڈاکٹر امبیدکار کے اعلان سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ چھوت چھات اب آخری لمحوں پر ہے۔

امرتسر ۲۸ اکتوبر۔ کل پولیس نے امرتسر میں کمیونسٹ لٹریچر کی تلاشی کے سلسلہ میں بہت سے مکانوں کی تلاشی لی۔ اور دو سکھوں کو گرفتار کیا۔

(عبد الرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا) ایڈیٹر غلام نبی